احمدی احباب کی تعلیم و تربیت کے لئے

روزنامہ **الفضل** ربوہ

فون: ۴۴۹ — ایڈیٹر: نسیم سیفی — رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

جلد ۷۸/۴۳	اتوار ۔ ۹ ۔ ذیقعدہ ۱۴۱۳ھ، ۲ ۔ ہجرت ۱۳۷۲ہش، ۲ ۔ مئی ۱۹۹۳ء	نمبر ۹۹

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی صحت کے بارہ میں تازہ اطلاع

ربوہ : ۲۸ ۔ اپریل ۔ کراچی سے محترم میر محمود احمد صاحب ناصر نے حضرت سیدہ اُم متین مریم صدیقہ صاحبہ (چھوٹی آپا صاحبہ) کی صحت کے بارے میں جو تازہ اطلاع بھجوائی ہے ۔ اس کے مطابق

طبیعت خدا تعالیٰ کے فضل سے رُو بہ صحت ہے ۔ کل آپریشن کے ٹانکے کاٹ دیئے گئے ہیں ۔ بغیر سہارے کے پیدل چلنے کی مشق جاری ہے ۔ سہارا لے کر سیڑھیاں چڑھنے کی ورزش بھی شروع کر دی گئی ہے ۔ کل شام آپ کو ہسپتال سے فارغ کر دیا گیا ۔

احباب کرام سے کامل شفایابی کے لئے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے ۔

ارشادات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

”دیکھو عمر کا بھروسہ نہیں ۔ زمانہ بڑا ہی نازک آگیا ہے ۔ آپ لوگ دیکھتے ہوں گے کہ ہر سال کئی دوست اور کئی دشمن، کئی عزیز اور کئی پیارے بھائی اور بہن اس دُنیا سے کُوچ کر جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی عزیز سے عزیز اور قریبی سے قریبی رشتہ دار انسان کی مشکلات میں سہارا دینے والا نہیں ہو سکتا ۔ مگر بایں ہمہ انسان جس قدر محنت اور کوشش اور مجاہدہ ان کے واسطے اور اپنے دنیوی امُور کے واسطے کرتا ہے ۔ وہ بمقابلہ خدا کے بہت ہی بڑھا ہُوا ہے ۔“

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۶۴۲ ۔ ۶۴۳)

احمدی عورت کی اہمیت

اقتباس از خطبہ فرمودہ حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

احمدی عورت واقعۃً اس بات کی اہلیت رکھتی ہے (۔) کہ اس دنیا میں جنت کے نمونے پیدا کرے ۔ اپنے گھروں کو وہ جذب کرے ۔ وہ کشش عطا کرے جس کے نتیجہ میں وہ محور بن جائے اور اس گھر کے افراد اس کے گرد گھومیں ۔ انہیں باہر چین نصیب نہ ہو بلکہ گھر میں سکینت ملے ۔ وہ ایک دوسرے کے ساتھ پیار اور محبت کے ساتھ ایسی زندگی بسر کریں کہ لذت یابی کا محض ایک ہی رخ سر پر سوار نہ رہے جو جنون بن جائے اور جس کے بعد دنیا کا امن اٹھ جائے بلکہ خدا تعالیٰ نے پیار اور محبت کے جو مختلف لطیف رشتے عطا فرما رکھے ہیں ۔ ان رشتوں کے ذریعہ وہ سکینت حاصل کریں جیسے خون کی نالیوں سے ہر طرف سے دل کو خون پہنچتا ہے وہ دل بن جائیں اور ہر طرف سے محبت کا خون ان کو پہنچے اور وہ دل بن جائیں اور جسم کے ہر عضو کو ان کی طرف سے سکینت کا خون پہنچے یہ

وہ معاشرہ ہے جس کو (۔) فرمایا کہ تمہاری جنت تمہاری ماؤں کے قدموں تلے ہے ۔ پس جہاں جنت ہو ۔ انسان اسی طرف تو بھاگتا ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ جنت کہیں اور ہو اور دوڑ کے رخ کسی اور سمت ہوں (۔) ان میں کسی نہ کسی تھوڑے سے فرق کے ساتھ بالعموم یہ رجحان ہے کہ ماؤں کے ساتھ اولاد کا تعلق دن بدن کٹتا چلا جا رہا ہے یا دھیما پڑتا چلا جا رہا ہے اور نئی نسل یہ سمجھتی ہے کہ جیسے یہ پرانی نسل ہم پر بوجھ ہے ۔ ایک مصیبت ہے ۔ ایک عذاب سر پر پڑا ہے وہ ان کے حقوق کے سلسلہ میں کوئی ایسا فرض ادا نہیں کرتے جس کے نتیجہ میں انہیں تکلیف اٹھانی پڑے ۔ ایسے مواقع پر وہ کبھی ماں باپ کو اپنے ہاں دعوت دے دیتے ہیں یا کبھی ماں باپ کے ہاں چلے جاتے ہیں ۔ ورنہ بالعموم بوڑھوں کے لئے اس سوسائٹی میں کوئی جگہ نہیں رہی ۔ جو تھوڑی سی جگہ ہے وہ بھی تنگ ہوتی چلی جا رہی ہے

ایسے شریف گھرانے ضرور موجود ہیں جنہیں ماحول قدامت پسند سمجھتا ہے اور وہ اپنے ماضی کے گہرے تعلق کی بنا پر ابھی تک مجبور ہیں کہ اپنے ماں باپ کے کچھ حقوق ادا کریں ۔ لیکن اس حد تک نہیں کہ وہ مستقلاً ان کی رضا جوئی کی کوشش کرتے رہیں اگر پاؤں تلے جنت ہو تو انسان آخر وقت تک جنت کے حصول کی جدوجہد اور کوشش کرتا رہتا ہے اور اپنی ماں کی آخری وقت کی دعائیں اور اپنے باپ کی رضا کی آواز سننا چاہتا ہے اسی سے اس کو تسکین ملتی ہے ۔ مگر ایسی کسی صورت کا مغرب میں تو تصور ہی نہیں رہا ۔ مشرق میں بھی دن بدن یہ رشتے ٹوٹ رہے ہیں اور مجھے بسا اوقات بعض احمدی مائیں بھی یہ لکھتی ہیں کہ ہماری اولاد کی نظریں بدل رہی ہیں ۔ ان میں وہ احترام وہ تعلق نہیں رہا ۔ جیسے غیر غیر ہو رہے ہوں ۔ ہم اس کا کیا علاج کریں؟ علاج کے مضمون کے متعلق میں آپ کو یہ بات سمجھانی چاہتا ہوں کہ بچپن ہی میں آپ کے پاس علاج ہوتا ہے ۔ خدا نے یہ علاج آپ کو عطا فرما رکھا ہے (۔) جنت آپ کے قدموں کے نیچے ہے ضرور ۔ چاہے آپ

اسے استعمال کریں یا نہ کریں ۔

(از خطبہ فرمودہ ۲۷ دسمبر ۱۹۹۱ء)

نمایاں اعزاز

خاکسار کی بھانجی عزیزہ آصفہ طاہر صاحبہ بنت مکرم چوہدری سلطان احمد صاحب طاہر نے کراچی یونیورسٹی سے ایم ایس سی (فزکس) کا امتحان پاس کیا ہے ۔ عزیزہ موصوفہ نے ساری یونیورسٹی میں دوسری پوزیشن حاصل کی ہے ۔

ٹریسٹ (اٹلی) کے ادارہ نے ایک سال کے ڈپلومہ کے لئے عزیزہ موصوفہ کے پورے اخراجات (آمد و رفت اور ٹیوشن و دیگر اخراجات) کے وظیفہ کی پیشکش کی ہے ۔

احباب سے درخواست ہے کہ عزیزہ کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اسکی تعلیمی کوششوں کو جماعت کے لئے مفید بنائے ۔

نسیم سیفی

تقریب شادی

عزیزہ مکرم ڈاکٹر محمد احمد محمود قریشی صاحب ابن مکرم ڈاکٹر لطیف احمد صاحب قریشی فزیشن فضل عمر ہسپتال ربوہ کی شادی ہمراہ عزیزہ مکرمہ صالحہ عتیقہ صاحبہ بنت مکرم ڈاکٹر صالح محمد الہ دین صاحب مورخہ ۲۱ ۔ اپریل ۱۹۹۳ء انجام پائی ۔ بارات مکرم ڈاکٹر لطیف احمد صاحب قریشی کے گھر واقع دارالعلوم شرقی سے محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی قیادت میں روانہ ہوئی ۔ بارات کے کوارٹر صدر انجمن احمدیہ کے پہنچنے پر محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب نے بارات کا استقبال کیا ۔ دیگر حاضرین میں خاندان حضرت بانی سلسلہ کے جملہ افراد، ناظر صاحبان اور وکلائے تحریک جدید شامل تھے ۔ تقریب رخصتانہ میں دعا محترم

باقی صفحہ ۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ | پبلشر: آغا سیف اللہ ۔ پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس ۔ ربوہ
مقامِ اشاعت: دارالنصر غربی ۔ ربوہ | قیمت ایک روپیہ پچاس پیسے

۲۔ہجرت ۱۳۷۲ہش ۲۔مئی ۱۹۹۳ء

خوف یا اعتماد؟

اکثر گھروں میں ۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ تقریباً سب گھروں میں ۔ بچوں کو کسی بات سے روکنے کے لئے ڈرایا جاتا ہے ۔ کبھی جن بھوتوں سے ۔ کبھی جانوروں سے ۔ کبھی فقیر بابا سے ۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ بچّہ ڈر کر بات مان لے ۔ مان تو وہ لے گا ۔ لیکن اس پر جو تاثرات قائم ہونگے وہ زندگی بھر اس کے ساتھ رہیں گے ۔ اگرچہ بڑے ہو کر یہ تو اسے سمجھ آ جائے گی کہ جن بھوت کہیں نہیں ہوتے ۔ یا ضروری نہیں کہ جانور کاٹ لے یا فقیر بابا اٹھا کر لے جائے لیکن اس کے دل میں انجانا سا خوف بیٹھ جائے گا ۔ اور وہ کسی نہ کسی رنگ میں کسی نہ کسی سے ڈرتے ہی زندگی گذارے گا ۔ بڑے ہو کر جو اسے حوصلہ ملنا چاہیئے وہ مفقود ہوگا یا بہت کم ہوگا ۔ اس کا ماحول اس کے لئے جن بھوت بن جائے گا ۔ لوگ یوں لگیں گے کہ جانوروں کی طرح اسے کاٹنے کیلئے دوڑتے ہیں ۔

معاشرہ افراد سے بنتا ہے اور افراد کا آغاز بچپن سے ہوتا ہے ۔ اگر بچپن کی باتیں دل میں خوف پیدا کر دیں تو یقیناً بڑے ہو کر وہ خوف قائم رہے گا ۔ بے شک اس کی صورت بدل جائے گی لیکن صورت سے کیا فرق پڑتا ہے ۔ اصل بات تو خوف کی ہے ۔ ڈرنے والا انسان ہمت اور حوصلے سے کام نہیں کر سکتا ۔ کھل کر بات نہیں کر سکتا اس کے دل میں ایک بے یقینی سی پیدا ہو جاتی ہے ۔ پتہ نہیں کیا ہو ۔ یوں کیا تو کیا نتیجہ نکلے اور یوں کیا تو کیا نتیجہ نکلے ۔

بچوں کو کسی بات سے روکنے کے لئے خوف طاری کرنے کی بجائے ضرورت اس بات کی ہوتی ہے کہ ان میں آہستہ آہستہ اعتماد پیدا کیا جائے ۔ باتوں کو سمجھنے کی روح پیدا کی جائے ۔ وہ اچھے بُرے کو پہچاننے لگیں ۔ اور ہمارے بتائے بغیر بھی سمجھ جائیں کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا اس میں تو کوئی شک نہیں کہ خوف سے کام جلدی ہو جاتا ہے ۔ اور اعتماد پیدا کرنے میں وقت لگتا ہے ۔ لیکن نتائج کے لحاظ سے دونوں میں اتنا فرق ہے کہ کوئی ہوشمند اعتماد پیدا کرنے کے لئے لگائے گئے وقت کو بیکار نہیں سمجھے گا اور اس پر خوش ہوگا کہ وقت تو لگا لیکن نتیجہ بہت اچھا نکلا ۔

بچوں میں خوف کی بجائے اعتماد پیدا کیجے ۔ بے شک وقت کی قربانی ہی کرنی پڑے ۔

فصل اُگاؤ تو خوب اُگاؤ تم
مُلک میں رزق کو بڑھاؤ تم
لوگ کہتے ہیں یہ عبادت ہے
مدح کے ساتھ ہل چلاؤ تم

ابوالاقبال

موڑ پر آ کر نئی تاویل کر لیتے ہیں لوگ
بے ضرورت راستے تبدیل کر لیتے ہیں لوگ

جن کی باتوں پر ملمع جھوٹ کا کُندن لگے
اُن کے ہر ارشاد کی تعمیل کر لیتے ہیں لوگ

اِک مسلسل سانحہ، اِک مستقل غم کا بھرم
زندگی سے مَوت کی تکمیل کر لیتے ہیں لوگ

دیکھتے رہتے ہیں ہر گُم کردہ رَہ کی بھُول چُوک
اِس طرح کردار کی تشکیل کر لیتے ہیں لوگ

اپنے ذہنوں کی غلاظت دوسروں پر پھینک کر
اپنے ہاتھوں آپ ہی تذلیل کر لیتے ہیں لوگ

موج ہی میں ڈوب جاتے ہیں کنارا جان کر
کیسی کیسی بات میں تعجیل کر لیتے ہیں لوگ

کِس قدر ہشیار ہیں اجمال ہی کو دیکھ کر
چشم و دل کو واقفِ تفصیل کر لیتے ہیں لوگ

بوجھ دل کے، وقت کی رفتار کر دیتے ہیں کم
روز و شب صدیوں میں بھی تبدیل کر لیتے ہیں لوگ

کہکشاں کی سمت جب پرواز کرتے ہیں نسیم
سنگِ رَہ کو بھی نشانِ میل کر لیتے ہیں لوگ

نسیم سیفی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فارسی منظوم کلام

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:

تا نہ گردد نگوں سرت بہ نیاز
پردہ از نفسِ تو نگردد باز

جب تک نیاز کے ساتھ تیرا سر نیچا نہ ہوگا تب تک تیرے نفس کے حجاب دور نہ ہوں گے

تا نہ ریزد ترا ہمہ پر و بال
اندر ایں جا پریدن است محال

جب تک تیرے سارے پر و بال نہ جھڑ جائیں گے تب تک اس جگہ پرواز کرنا ناممکن ہے

ناتوانی ست قوّتِ اینجا
ایں چنیں قوّتے بیار و بیا

ناتوانی اس جگہ کی طاقت ہے۔ پس ایسی قوت پیدا کر اور آجا

پردۂ نیست بر رُخِ دلدار
تو زِ خود پردۂ خودی بردار

دلدار کے منہ پر کوئی نقاب نہیں تو اپنے اوپر سے انانیت کا پردہ اُٹھا دے

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں کہ دین اور دنیا میں جو فرق ہے وہ اس بات سے بھی ظاہر ہے کہ دنیا میں انسان اپنے آپ کو اپنا سر اونچا کر کے دکھتا ہے۔ لیکن جہاں تک دین کا تعلق ہے۔ جہاں تک خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے والی بات ہے۔ انسان کو اپنا سر نیچا کرنا پڑتا ہے۔ اسے عجز اور انکسار کی زندگی بسر کرنی پڑتی ہے۔ حضور فرماتے ہیں کہ جب تک انسان ایسا نہ کرے اس کے اپنے نفس کے حجاب دور نہیں ہو سکتے۔ اس کا اپنا نفس اسے ایسی باتیں کہے گا جو اسے دین سے دور لے جائیں گی۔ یہ صرف عجز اور انکسار ہی ہے جو انسان کو صحیح راستے پر چلنے کی طرف مائل کرتا ہے اور وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے منزل تک پہنچا دیتا ہے اور یہاں منزل خدا کا حصول ہے۔

حضور فرماتے ہیں کہ دین کو اس بات کی ضرورت ہے کہ تو یہ سمجھے کہ تیرے پاس کوئی طاقت نہیں ہے تو کمزور ہے اور انتہائی طور پر کمزور جیسے کہ کسی پرندے کے بال و پر جھڑ جائیں تو وہ نہ صرف یہ کہ اڑ نہیں سکتا بلکہ عجیب سا لگتا ہے جب تک انسان اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے حصول کی کوشش میں ایسا نہ سمجھے کہ وہ انتہائی کمزور اور وہ از خود کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ اس وقت تک وہ خدا تعالیٰ کو نہیں پا سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ دین میں بہت سی باتیں بلکہ اکثر باتیں دنیا کے بالکل خلاف ہوتی ہیں۔ دنیا میں پر و بال کی ضرورت ہے اور دین میں پر و بال سے الگ ہونے کی ضرورت ہے۔

حضور فرماتے ہیں کہ جب تک انسان ایسا نہ بن جائے کہ گویا اس کے پر و بال ہی نہیں ہیں جن سے اڑا جاتا ہے وہ حقیقی طور پر اڑ نہیں سکتا۔ خدا تعالیٰ کی طرف پرواز کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی تمام طاقتیں معدوم کا درجہ رکھتی ہوں اور وہ اپنے آپ کو بے بس اور بے کس ہو کر خدا تعالیٰ کے در پر لے جانے کی کوشش کرے اور جو طاقت اسے وہاں سے ملے۔ جو طاقت اسے خدا تعالیٰ سے ملے اور جس طرح اس کے استعمال کرنے کا ارشاد ہو۔ اسی طرح وہ اسے استعمال کرے۔

حضور فرماتے ہیں کہ یہاں تو یہ بات ہے کہ جسے عام طور پر ناتوانی کہا جا سکتا ہے۔ بے بسی اور بے کسی کہا جا سکتا ہے جسے کمزوری کہا جا سکتا ہے۔ اس میدان میں وہ در حقیقت طاقت ہے۔ انسان جتنا زیادہ عجز اور انکسار کرتا ہے۔ اتنا ہی اللہ تعالیٰ اسے اوپر اٹھاتا ہے اور اس کا انسان کو اوپر اٹھانا ہی انسان کی اصل قوت اور طاقت ہے اسی لئے حضور فرماتے ہیں کہ تو اپنے آپ میں طاقت نہیں بلکہ ناتوانی پیدا کر اپنے آپ کو ناتواں سمجھ۔ اور خدا تعالیٰ سے دعا کر کہ اے خدا میں تو کچھ بھی نہیں میں تو لاشئے ہوں تو مجھے اپنی طرف بلا تو مجھے اپنے پاس لے جا۔ تو مجھے اپنی طرف بلا اور تو مجھ پر ظاہر ہو۔

حضور فرماتے ہیں کہ جہاں تک خدا تعالیٰ کے ظاہر ہونے کا تعلق ہے اس کے چہرے پر کوئی پردہ نہیں لیکن انسان کی اپنی خودداری اور اس کی انا، اس کے لئے پردہ بن جاتی ہے جب تک اس کی انا اور اس کی خودداری اس سے الگ نہ ہو جب تک وہ عاجز اور منکسر المزاج ہو کر اس طرف نہ آئے وہ خدا تعالیٰ کے چہرے کو نہیں دیکھ سکتا۔ انسان کی زندگی کا اصل مقصد تو خدا تعالیٰ کا حصول ہے اور اگر اس کے حصول کے لئے اسے عجز و انکسار کی راہ اختیار کرنی پڑتی ہے تو یقیناً اسے یہ راہ اختیار کرنی چاہیئے۔ اپنی انا اور اپنی خودی کے خول میں سے اسے باہر آجانا چاہیئے۔

حضور ان اشعار میں اس بات کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے حصول کی ایک شرط اور یہ سب سے بڑی شرط ہے یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو ناتواں سمجھے اور عجز اور انکسار کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف ہاتھ بڑھائے اور اس سے دعا کرے کہ وہ اس کا ہاتھ پکڑ لے اور اس کے ہاتھ کو پکڑ کر اسے اپنے پاس بٹھا لے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس بات کی توفیق دے کہ ہم عجز و انکسار کے ساتھ اس کے در پر کھڑے رہیں۔

ایک چھوٹی سی بات

مکرم صوبیدار (ریٹائرڈ) نذر حسین صاحب ربوہ سے لکھتے ہیں:۔

؎ لہروں کے تسلسل سے ہے دریاؤں کی رونق
منجدھار تو تیراک کی ہمت کا صلہ ہے

آپ کا درج بالا شعر جناب چوہدری محمد شریف صاحب خالد کو بہت پسند آیا اور انہوں نے اس کی مناسب سراہنا کی اگر مکرم چوہدری صاحب نے آپ کا یہ شعر پڑھا ہوتا یا اگر پڑھا ہے تو یاد رکھا ہوتا۔

؎ تم سے نسیم دل کی نہ حسرت نکل سکی
اور ہم کو دیکھ پھینک دیا دل نکال کر

(الفضل ۹۰-۶-۱۹)

تو مجھے یقین ہے کہ وہ اس کی پر زور داد دیتے۔ بات یہ ہے کہ آپ پر اللہ تعالیٰ کے بے حد احسان ہیں اور امام وقت کی دعائیں آپ کے سنگ ہیں جن کے "اثر سار" آپ کے کلام میں ایک تازگی شگفتگی اور کشش موجود ہے آج سے کئی برس پہلے حضور نے آپ کے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ "سیفی صاحب کے دماغ سے نئے نئے شگوفے پھوٹتے ہیں" یہ حضور کے تعریفی اور دعائیہ کلمات تھے جن کا رنگ الفضل کے قارئین "پیتا پل" ملاحظہ کر رہے ہیں۔ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے قادر الکلام شاعر ہیں۔ دعا ہے کہ کلام میں یہ شستگی اور تازگی برقرار رہے اور تشنہ روحوں کے لئے یہ تریاق دوام قائم رہے۔

ایک بات لکھنا چاہتا ہوں یہ چھوٹی سی بات نہیں ہے یا اگر چھوٹی سی بات ہے تو بھی کافی قابل غور ہے۔ یاد رفتگان کے سلسلہ میں مضامین الفضل میں ایک تواتر کے ساتھ شائع ہو رہے ہیں۔ لیکن ایک کمی جو میں نے محسوس کی ہے وہ یہ ہے کہ مضمون نگار حضرات اپنا پورا ڈاک کا پتہ تحریر نہیں کرتے اور بعض اوقات وفات یافتگان کے ساتھ ان کے رشتہ کا بھی پتہ نہیں چلتا۔ بہتر ہو اگر مضمون نویس مضمون کے شروع یا آخر میں اپنا ڈاک کا مکمل پتہ تحریر کریں تا کہ قارئین الفضل کے لئے تعزیت کا خط لکھنا سہل ہو جائے پتہ مکمل نہ ہونے کے باعث تعزیتی خط لکھنا محال ہے۔ مجھے یاد ہے کہ الفضل ۲۰ راگست ۱۹۹۲ء کے پرچہ میں میجر (ریٹائرڈ) اے آر مغل نے اپنی بیوی کے حالات لکھے، میجر صاحب کے ساتھ میرے تعلقات تقسیم ملک سے بھی پہلے کے ہیں۔ انڈین آرمی کی ایک ہی یونٹ میں وہ اس وقت لیفٹیننٹ تھے اور عاجز راقم صوبیدار احمدی ہونے کے باعث ہمارا رابطہ اسی وقت بھی تھا اور بعد میں جلسہ سالانہ ربوہ کے ایام میں بھی ملاقاتیں ہوتی رہیں بعد میں میجر صاحب کچھ عرصہ کے لئے ربوہ میں رہے اور ۱۹۸۴ء تک یہاں تھے اس دوران بھی رابطہ رہا بعد میں باہر چلے گئے۔ میرا مطلب اس کہانی کے لکھنے سے یہ ہے کہ میں ان کو تعزیتی خط ان کا پتہ نہ ہونے کے باعث نہ لکھ سکا جس کا مجھے "ادھک سوگ" ہے امید ہے آپ الفضل "دوارا" یہ ہدایت دے سکیں گے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کس نے کیا کہا

اخبارات کے شکریہ کے ساتھ

ڈان

۱۳۔ اپریل ۱۹۹۳ء

انگریزی روزنامہ ڈان کے ۱۳/اپریل ۱۹۹۳ء کے شمارے میں میاں اے غنی کراچی سے خطوط کے کالم میں لکھتے ہیں۔

Teaching methods

IN his letter ("New Teaching Methods", *Dawn* March 14), Prof Amanat Ali wisely emphasises the need for (a) lecture-synopsis and (b) team-teaching methods of instruction in our universities. These are no doubt more effective than "transfering knowledge from the note book of the teacher into that of the student, without entering into the minds of either" (quoted from Lahori's letter, *Dawn*, March 12).

However, in both the above methods of instruction, teaching is done by the teacher. But what ultimately counts is not what the teacher teaches; it is what the learner learns and learning is done by the learner.

Some 40 years ago two professors sors of psychology Dr Robert R. Blake and Dr Jane S. Mouton, in the University of Texas at Austin developed a method which they termed as team-learning as opposed to team-teaching. In team-learing students are provided study and work materials which they study and complete before a learning session.

During the learning sessions, the students are required to exchange their individual understanding of that material with a team of no more than 6 other students and come to consensus on what the team decides is the correct answer to the questions related to the lesson. The person incharge of causing learning then provides a key to the correct answers according to which the team themselves scores individual and team answers.

After scoring, each team themselves evaluates its performance and is required to (a) share its learning from that learning activity with other teams in the class, and (b) commit itself publically to what action steps they would take to (i) improve their understanding of the subject and (ii) resolve the barriers to learning from each other. The person incharge of learning clarifies the task and appropriately deals with the questions addressed to him by the class.

Another learning session begins and the same cycle is repeated again, and so on, leading to immense joy which only results from discovery through one's own efforts. Incidentlly, the person incharge of causing learning is not called a teacher or a professor. In such a method, he is described as manager (i.e. one responsible for creating results — learning in this case).

Briefly, a cycle of learning according to this method consists of the following steps:

Step-1: Individual preparation by learners.

Step-2: Exchange of individual understanding by a team of students to reach agreement on the correct answers.

Step-3: Scoring of individual and team answers by team members (not by the manager).

Step-4: Interpretation of scores.

Step-5: Critique of how the team worked by the team themselves (not by the manager).

Step-6: Teams publicly sharing their evaluation of themselves with other teams, the manager acting as catalyst.

Step-7: Evaluation of individual progress by the team which also determines improvement steps for further action.

The most optimistic view of learning that I have come across in literature on education indicates that we learn 10% of what we hear, 20% of what we read, 30% of what we see, 50% of what we hear and see, 70% if we can express it and 90% if we think about it, say it and act on it. All these things happen in the abovementioned team-learning method in which participants themselves engage in challenging learning activities with measurement of success made against standards of objective criteria. This you can see, Sir, is more effective than any of the traditional methods of teaching, including Lecture-synopsis or Team-teaching.

Galileo said: You cannot teach a person anything; you can only help him discover it within himself.

Khalil Gibran said: If a teacher is wise, he leads you not to the house of his wisdom, but rather to the threshold of your own mind.

These quotations do not aim at belittling the importance of a teacher. On the contrary, the role of teaching implied in them is more challenging than the traditional teaching. It requires a teacher to create instruments and situations which can cause learning and to accept responsibility of producing good results.

In the end, I wish to endorse the views of Lahori who suggests that we should not multiply universities; we should create specialisation in those that we already have and raise the nature and standard of their instructional competence.

MIAN A. GHANI
Karachi

DAWN TUESDAY, APRIL 13, 1993

پروفیسر امانت علی صاحب نے اپنے خط میں (تعلیم و تدریس کے نئے طریق ڈان مارچ ۱۴) میں نہایت دانش مندی سے اس ضرورت پر زور دیا ہے کہ (۱) لیکچر کے نوٹ ہونے چاہئیں اور (۲) ٹیم ٹیچنگ طریقے ہماری یونیورسٹیوں میں رائج ہونے چاہئیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ طریقے اس طریق سے زیادہ اہم ہیں کہ علم کو استاد کی نوٹ بک سے طالب علم کی نوٹ بک میں منتقل کیا جائے بغیر اس کے کہ یہ دونوں میں سے کسی کے ذہن میں داخل ہوں۔ (یہ لاہوری کے خط ڈان ۱۲ مارچ سے اقتباس لیا گیا ہے) البتہ ان درج کئے گئے تعلیم و تدریس کے دونوں طریقوں میں جہاں تک پڑھانے کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ استاد پڑھاتا ہے لیکن آخر کار جس چیز کو اہمیت حاصل ہے وہ یہ نہیں ہے کہ استاد کیا پڑھاتا ہے بلکہ اس بات کو اہمیت حاصل ہے کہ تعلیم حاصل کرنے والا کیا سیکھتا ہے۔ اور تعلیم حاصل کرنے کا عمل استاد انجام دیتا ہے۔

آج سے ۴۰ سال قبل دو پروفیسر صاحبان جن کا مضمون نفسیات تھا۔ ڈاکٹر رابرٹ آر۔ بلیک اور ڈاکٹر جیمز ایس موٹن (MOUTAN)۔ جو ٹیکساس کی آسٹن یونیورسٹی میں تدریس کا کام کرتے تھے نے ایک ایسا طریق تدریس جاری کیا جسے انہوں نے ٹیم لرننگ کہا۔ اجتماعی حصول علم بالمقابل ٹیم ٹیچنگ، اجتماعی تدریسی عمل۔ جہاں تک اجتماعی حصول تعلیم کا تعلق ہے طلباء کو مطالعہ اور اس پر کام کرنے کا مواد دیا جاتا ہے جسے وہ مطالعہ کرتے ہیں اور تدریس سے پہلے اسے مکمل کرتے ہیں۔

جہاں تک تدریسی سیشن کا تعلق ہے طلباء سے یہ امید کی جاتی ہے کہ وہ اپنی اپنی انفرادی تفہیم کو ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کے لئے پیش کریں یعنی موازنہ کریں۔ اور یہ سب کچھ یہ اس مواد کے سلسلے میں جو انہیں دیا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ چھ مزید طلباء ان کے ساتھ ہوتے ہیں اور وہ اس بات پر ہم آہنگی پیدا کرتے ہیں کہ ٹیم کیا فیصلہ کرتی ہے یعنی سوال جواب درست ہے یا نہیں۔ جو شخص اس بات کا ذمہ دار ہوتا ہے یعنی وہ تدریس کے عمل پر مامور ہے وہ انہیں صحیح جوابات کی کلید مہیا کرتا ہے۔ ٹیم از خود انفرادی اور اجتماعی نمبر لگاتی ہے۔ جب نمبر لگائے جاتے ہیں تو ہر ٹیم از خود اندازہ کرتی ہے کہ اس کا عمل کیسا رہا اور اس سے یہ بات مطلوب ہوتی ہے کہ (۱) اپنے حصول تعلیم کو ایک دوسرے کے ساتھ یعنی ایک دوسری ٹیم کے ساتھ ملا کر دیکھیں اور (۲) کہ وہ کیا کچھ کریں گے۔ (۱) اپنی تفہیم کو بہتر بنانے کے لئے یعنی اس موضوع کے متعلق (۲) کہ جو حصول علم میں روکیں ہیں انہیں کس طرح دور کریں گے۔ جو شخص اس تدریس کا انچارج ہوتا ہے وہ سارے عمل کی وضاحت پیش کرتا ہے اور جو سوالات درپیش ہوتے ہیں ان سے بہتر طریق پر عہدہ برآ ہوتا ہے یعنی ان کے جوابات دیتا ہے۔

تدریس کا ایک اور سیشن شروع ہوتا ہے اور یہ دائرہ دوہرایا جاتا ہے اور اسی طرح جاری رہتا ہے اور اس سے بہت زیادہ مسرت حاصل ہوتی ہے۔ اس مسرت کی وجہ یہ ہے کہ جب انسان خود کسی بات کو معلوم کرتا ہے اور اس میں اس کی کوشش شامل ہوتی ہے تو وہ خوش ہوتا ہے۔ جو اس تدریس کا انچارج ہوتا ہے۔ اسے عام طور پر استاد نہیں کہا جاتا نہ پروفیسر کہتے ہیں۔ اس طریق تعلیم میں اسے مینجر کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ نتائج پیدا کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے یعنی تدریس کا مختصراً حصول علم کا ایک دائرہ ہوتا ہے اور اس دائرے کے مندرجہ ذیل حصص ہیں۔

پہلا قدم۔ تعلیم حاصل کرنے والوں کی انفرادی تیاری۔

دوسرا قدم۔ انفرادی تفہیم کا ایک دوسرے سے موازنہ اور تبادلہ۔ ایک ٹیم کے طلباء اپنے صحیح جوابات پر اتفاق کرتے ہیں۔

تیسرا قدم۔ انفرادی اور اجتماعی نمبروں کا حصول۔ یہ نمبر مینجر نہیں لگاتا۔

چوتھا قدم۔ نمبروں کی تعبیر یعنی ان کے متعلق گفتگو کرنا۔

پانچواں قدم۔ اس بات پر بحث کرنا کہ ٹیم نے کس طرح کام کیا اور ایسا ٹیم خود کرے گی نہ کہ مینجر۔

چھٹا قدم۔ ٹیم کھلم کھلا ایک دوسرے کے اندازوں کے متعلق بات کرے گی دوسری ٹیموں کے ساتھ۔ ایسے موقعہ پر مینجر بھی شامل ہوگا۔

ساتواں قدم۔ انفرادی ترقی کا ٹیم اندازہ لگائے اور وہ یہ بھی اندازہ لگائے کہ مزید ترقی کے لئے فرد کو کیا کرنا چاہیئے۔

سب سے زیادہ حوصلہ افزا نظریہ جو میرے سامنے آیا اور جو میں نے ادب سے حاصل کیا اور جس کا تعلق حصول تعلیم سے ہے یہ ہے کہ جو کچھ ہم سنتے ہیں اس کا سیکھنے کے انداز میں دس فی صد حاصل کرتے ہیں۔ جو کچھ ہم پڑھتے ہیں اس کا ۲۰ فی صد۔ جو کچھ ہم دیکھتے ہیں اس کا ۳۰ فی صد۔ جو کچھ ہم سنتے اور دیکھتے ہیں اور اس کا ۵۰ فیصد اور اگر ہم اسے بیان کر سکیں تو ۷۰ فیصد اور اگر ہم اس پر غور کر سکیں اسے بیان کر سکیں اور اس پر عمل کریں تو ۹۰ فیصد یہ ساری باتیں ایسی ہیں جو درج

باقی ص۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مختار زمن ـــــــ بشکریہ ہفت روزہ ۔ لاہور

نواب بہادر یار جنگ

مسلمانوں کے لئے کڑھنا

بہادر یار جنگ کا دل تمام مسلمانوں کے لئے کڑھتا تھا ۔ کبھی کہتے ہیں کہ ان کا دل چاہتا ہے کہ سرحد میں رہ کر مسلمانانِ سرحد کی خدمت کریں ۔ مگر حیدر آباد کے مسلمانوں کا بار اُن کے سر پر ہے ۔ ایک خط میں صدر اعظم احمد سعید خاں چھتاری سے درخواست کرتے ہیں کہ بلوچستان کے تعلیمی ادارے کو حکومت حیدر آباد کی طرف سے مالی امداد دیں ۔ سلطنت اسلامیہ آصفیہ کے بذل و نوال کا دریا ہندوستان کے گوشے گوشے کو سیراب کر رہا ہے ہماری درخواست ہے کہ بلوچستان کے غیور اور بہادر باشندوں کی تعلیم کے لئے سلطنت آصفیہ سے ہماری شایانِ شان امداد فرمائی جائے ۔"

تنظیم اور ڈسپلن کے معاملہ میں نواب صاحب صاف گو اور قواعد کے پابند تھے ۔ ورکنگ کے صدر "اتحاد المسلمین" نے بعض قوانین کے مسودات روانہ کرنے میں تاخیر کی ۔ لکھتے ہیں ۔

"ان اختیارات کے تحت جو آپ نے مجھے دیئے ہیں حکم دیتا ہوں کہ دو ہفتے کے اندر ان مسودات کو مکمل ہو کر مجلس وضع قوانین میں پیش ہو جانا چاہیئے ورنہ آپ مناسب سزا کے مستوجب تصور کئے جائیں گے ۔ جس کا شائد مجھے اعلان بھی کرنا پڑے ۔"

ہوائی حملہ سے بچاؤ

حیدر آباد میں "ایئر ریڈ پری کاشن کی ٹریننگ" کا انتظام ہوا ۔ مگر جب معلوم ہوا کہ ہوائی حملہ کی صورت میں خدمت بھی انجام دینا پڑے گی تو والنٹیروں کی تعداد سو سے گھٹ کر پانچ رہ گئی ۔ ایک جاگیردار کو خط لکھتے ہیں :۔

"جن شاہین زادوں کے دل اتنے کبوتر صفت ہوں آپ اُن سے اور کیا توقع کر سکتے ہیں ۔"

پھر ان الفاظ کی کاٹ دیکھئے ۔ کہتے ہیں :۔

"آپ کی یہ خواہش کہ دارالامراء قائم کیا جائے ۔ ہر جاگیردار کے دل کی آواز ہے کیونکہ موٹروں کی نمائش اچھے لباس کے مظاہرے اور زبانی جاں نثاری کے اظہار کا خوب موقع ملے گا اور بغیر جسم پر ایک خراش لائے ہوئے ملک کے عوام پر فوقیت جتائی جا سکے گی ۔ بحیثیت ایک جاگیردار بھائی کے میرا جاگیرداروں کو مشورہ یہ ہے کہ اب زمانہ بدل گیا ہے ۔ اپنے دماغوں سے "پدرم سلطان بود" کا گھمنڈ نکال لیں ۔ اور اگر چاہتے ہیں کہ خود وہ اور ان کی اولاد آئندہ زمانے میں دوسروں کی کفش بردار نہ رہے ۔ تو جن کو وہ اپنا کفش بردار سمجھتے رہے ہیں ان کے دوش بدوش کھڑے ہو جائیں کیا ان کے لئے یہ کافی نہیں کہ آج بابر و شاہجہان کے سینکڑوں بیٹے کفش برداری کے لئے بھی ترس رہے ہیں اور کوئی ان کے ہاتھ سے اپنے جوتوں کو ناپاک نہیں کرنا چاہتا ۔ یاد رکھئے کہ حقیقی عزت مخلوق کی خدمت ہے ۔ وہ مجھے عنقریب افسانہ بنتی ہوئی نظر آ رہی ہے ۔"

نواب صاحب مسلمانوں کے خادم تھے مگر سچے مسلمان کی حیثیت سے وہ متعصب اور تنگ دل نہیں تھے ۔ ایک صاحب کو لکھتے ہیں :۔

"میں جس قدر مسلمانوں کی فلاح و بہبود چاہتا ہوں اتنا ہی ہندوؤں کی فلاح و بہبود کا متمنی ہوں ۔ ان سے میرے اختلافات صرف سیاسی ہیں ۔"

کردار میں صاف گوئی

بہادر یار جنگ کے کردار میں صاف گوئی کی خوبی کے ساتھ یہ وصف بھی نظر آتا ہے کہ وہ جھگڑے بڑھانے کی بجائے آگ پر پانی ڈھالنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں ۔ ایک زمانہ میں وہ "خاکسار تحریک" سے بھی وابستہ تھے ۔ خاکساروں کے ایک افسر نے "اتحاد المسلمین" کی مخالفت کی ۔ نواب مرحوم نے علامہ مشرقی کو صاف لکھا کہ وہ صاحب اپنی ناعاقبت اندیشی سے مسلمانوں کی دو تحریکوں کو متصادم کر رہے ہیں ۔ ایسے اصحاب سے خاکسار تحریک کو محفوظ رکھنے کی کوشش کریں ۔ پھر لکھتے ہیں کہ "میں نے اس خط کی کیفیت کو صرف اپنے چند ساتھیوں کی حد تک محدود رکھا ہے کیونکہ شہرت سے اندیشہ تھا کہ لوگوں میں تحریک کی نسبت غلط فہمیاں پیدا ہوتیں ۔"

مگر ۱۱ نومبر ۴۳ء کو علامہ مشرقی کو جو خط لکھا اس میں صاف صاف کہہ دیا ہے کہ :۔

"خاکسار تحریک کے بنیادی اصولوں سے کامل اتفاق کے باوجود مجھے آپ کی قیادت اور صلاحیت، پر قطعاً اعتماد نہیں رہا ۔ اس لئے اس تحریک سے لاتعلقی کا اعلان کرتا ہوں اور آپ کے حکم کی تعمیل سے قاصر ہوں ۔"

ایک شخص کی قیادت

واقعہ یہ ہے کہ بہادر خاں نے صرف ایک شخص کی قیادت پر قطعاً اعتماد کیا تھا ۔ وہی شخص جس نے دھول میں رُلتے ہوئے موتیوں کو ایک قوم کی لڑی میں پرو دیا جس نے خزف ریزوں کو جلا دے کر جواہر پاروں کی شکل عطا کی ۔ جس نے ہمیں آزادی کے ساتھ سر اٹھا کر چلنے کے قابل بنایا اور جو ہمارا قائد اعظم تھا ۔

نواب بہادر یار جنگ نے قائداعظم کو سب سے پہلے ۱۹۴۴ء میں دیکھا ۔ بمبئی کا عظیم جلسہ میلاد النبیؐ تھا ۔ جہاں نواب کے الفاظ میں

"لوگ دنیا میں سب سے بڑے مقنن، سب سے بڑے جرنیل ۔ سب سے بڑے ریفارمر، سب سے بڑے انقلابی غیر اللہ کے سب سے بڑے باغی اور اللہ کے سب سے بڑے نبی کے حالات سننے کے لئے جمع ہوئے تھے ۔"

قائد اعظم کے متعلق نواب صاحب کا پہلا تأثر بڑا بھرپور تأثر تھا ۔ انہی کے الفاظ میں سنئے لکھتے ہیں ۔

"استقبالیہ خطبہ پڑھا جا رہا تھا کہ جلسہ میں ایک عام ہیجان پیدا ہوا اور لوگوں نے "اللہ اکبر" کے نعرے لگانے شروع کر دیئے ۔ خطبے میں کوئی ایسا غیر معمولی مقام نہ تھا جس پر اتنے جوش کا اظہار کیا جاتا ۔ میں نے جلسے میں چاروں طرف متجسس نگاہ ڈالی اور ایک دبلے پتلے آدمی کو گورے رنگ، اونچی ناک، مضبوط جبڑوں ۔ درخشانی پیشانی اور سینہ چیر کر دلوں تک گھس جانے والی تیز نگاہوں کے ساتھ اپنا مضبوط ہاتھ، کھلی ہوئی لمبی لمبی انگلیوں سمیت پیشانی سے لگاتے ۔ صاف ستھرا اور استری کیا سوٹ پہنے ۔ ننگے سر ۔ نعروں کا خاموش لیکن دل موہ لینے والا جواب دیتا ہوا دیکھا ۔ میز سے لگی ہوئی میز سے بائیں والی کرسی پر جلسے کی تنظیم اور سیکرٹری سیٹھ "ذکریا میتار" بیٹھے تھے انہوں نے مجھے بتایا کہ یہ ہیں آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر مسٹر محمد علی جناح جو کبھی نام نہاد "آل انڈیا نیشنل کانگریس کے روحِ رواں ہندوستانی قومیت کے علمبردار مخلوط انتخاب کے حامی اور انگلستان کے مشہور بیرسٹر تھے اور آج مسلمانوں کی آنکھ کا تارا ۔ ہندوستان کی ملتِ اسلامیہ کا سہارا، کانگریس کے فاتح اور مسلم لیگ کے علمبردار ہیں ۔ جنہوں نے مسلمانوں کو "واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا و لا تفرقوا" کا سبق پھر ایک مرتبہ پڑھانے کا عزم کر لیا ہے اور سب کی غلامی سے چھوٹ کر محمد رسول اللہ کے آستانے سے وابستہ ہو گئے ہیں ۔"

خطبہ استقبالیہ ختم ہوا اور میں نے اپنا خطبہ صدارت دینا شروع کیا ۔ کاؤس جی جہانگیر ہال کے ہزاروں سامعین کا اجتماع میری آبرو کو جنبش بھی نہ دے سکتا تھا ۔ لیکن قائدِ اعظم کی شخصیت اور رُعب میرے قلب پر چھایا جا رہا تھا اور میری زبان سینکڑوں تجربوں میں کامیابی کے باوجود رکتی محسوس ہوتی تھی ۔ میری فکر جس کو الفاظ کے انتخاب میں ادنیٰ پس و پیش بھی نہ ہوا تھا ہر لفظ اور ہر جملے کو چنتے وقت تأمل کرتی تھی کہ ایک جوہری بیٹھا ہے کہیں اس کی ٹکسال میں میری جنس کھوٹی ثابت نہ ہو ۔

گویا تأمل اور جھجک عارضی تھی لیکن اس نے میرے خطبۂ صدارت کو خزف سے الماس بنا دیا ۔ خطبہ صدارت ختم ہوا اور تکبیر کے نعروں میں محمد اور علی کے ناموں سے نسبت رکھنے والا عقل و دل کے جناحین پر خود بھی عرش کی سیر کرنے لگا اور اپنے سامعین کو بھی فرش سے بلند کرنے لگا ۔ تقریر مختصر تھی ۔ جس کے ابتدائی جملے میرے لئے سند تھے اور آخری حصہ قانونِ محمدیؐ کا دُنیا کے دوسرے مشہور قوانین خصوصًا "رومن لاء" سے متقابل مطالعہ تھا ۔ موجودہ قوانین کا ایک عالم متبحر جس کی زندگی "رومن لاء" کی ذریات کی اپنی آغوش میں پرورش کرتے ہوئے گزری جب محمدیؐ قانون کے گوشے کھولنے لگا تو آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ

تعلیم مغرب کے شیدائیوں نے

باقی صـ ۸ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یادرفتگان ـــــ عزیز احمد

مکرم چوہدری محمد اسماعیل صاحب خالد

مکرم چوہدری محمد اسماعیل صاحب خالد ۱۹۱۶ء میں ضلع گجرات کے گاؤں سماعیلہ میں پیدا ہوئے۔ اور ۲۲ فروری ۱۹۹۳ء کی شام کو داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ آپ بعض غیر معمولی اوصاف کے حامل انسان تھے۔ بطور ذکر خیر ان کے اوصاف کا مختصر خاکہ ذیل کی سطور میں درج کیا جاتا ہے۔ تا جانے والی روح کی بلندیٔ درجات کے لئے دعا کی تحریک ہوسکے۔

آپ نے ۱۹۴۱ء یا ۴۲ء میں خود کو وقف کے لئے پیش کیا۔ چنانچہ سلسلہ کی انتظامیہ نے انہیں تحریک جدید کے اکاؤنٹنٹ کی خدمات سپرد کیں۔ باوجود ناتجربہ کاری کے آپ نے اس ذمہ داری کو نہایت عمدگی سے نبھایا۔ حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی کی نظر جوہر شناس نے انکی انتظامی صلاحیتوں کو بہت جلد ہی بھانپ لیا۔ اور ان کو تھوڑے ہی عرصہ بعد سندھ میں انجمن کی زمینوں کے انتظام کیلئے بطور منیجر بھجوا دیا۔ زمیندارے کے انتظامات میں آپ نے خوب خوب جوہر دکھائے انتظامی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے جرأت و مردانگی سے بھی وافر حصہ عطا کیا تھا۔ اس کا بھی بھرپور استعمال کیا۔

آپ اپنے وقف کے ابتدائی ایام میں ہی نظام وصیت میں شامل ہوگئے تھے اس کے علاوہ دیگر چندہ جات میں بھی حصہ لیتے تھے۔

توکل علی اللہ میں بھی آپ اہم مقام رکھتے تھے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد گوشۂ گمنامی میں بیٹھنا طبیعت پر گراں تھا۔ مگر نہ تو گھر میں زمیندارہ اتنا تھا کہ اس پر اسٹیٹ مینجر کی طرح مصروف وقت گذار سکیں نہ جیب میں اتنی رقم تھی کہ کسی بڑے رقبہ کا ٹھیکہ لے سکیں چنانچہ بعض دوستوں کے تعاون سے پانچ سو ایکڑ زمین کا ایک ٹکڑا ٹھیکے پر لے لیا۔ جس کو آباد کرنے کے لئے بظاہر سامان ناپید تھے۔ مگر محض اپنے مولیٰ پر توکل کرتے ہوئے کام شروع کیا اور صرف دو تین سال کے اندر اندر اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے۔ اور ربوہ میں ایک کنال کا مناسب مکان بھی خرید لیا۔ اور ۹۰ء میں لندن جلسہ میں بھی شرکت کی۔ ۱۹۹۱ء کے جلسہ سالانہ پر حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ کے قادیان تشریف لانے کی خبر سنی تو حیدرآباد سندھ سے اس جلسہ میں شرکت کا عزم کر لیا۔ صحت کی حالت یہ تھی کہ گھر سے بیت الحمد تک نماز کے لئے جانا دوبھر تھا اور نمازیں گھر ہی ادا کرتے تھے۔ خاکسار جیسے کمزور دل عزیزوں نے ازراہ ہمدردی جانے کی پرزور مخالفت کی مگر آپ نے ایک نہیں سنی دارالامان گئے، زیارت امام ھمام اور مقامات مقدسہ سے مشرف ہوئے اور ترستی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائی۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے توکل کی ایسی لاج رکھی کہ شدید سردی اور ہزار میل کے ریل کے سفر کے باوجود اس کے فضل سے بخیریت واپس آئے۔

یہ صفت آپکو ورثہ میں ملی تھی۔ والدین بھی خدا کے فضل سے پورے علاقہ میں مہمان نوازی میں مشہور تھے اور ان کا بھی یہی عالم تھا۔ شائد ہی کوئی دن ایسا گذرتا جب ان کے ہاں کوئی مہمان قیام پذیر نہ ہو مرکزی مہمانوں کی خدمت کا تو عشق کی حد تک شوق تھا۔ مربیان و معلمین کے علاوہ دیگر کارکنان سلسلہ بھی اگر کسی کام سے ان کے علاقہ میں بھی جاتے تو خبر ملنے پر ضرور انہیں گھر بلانے کی کوشش کرتے اور ان کی گھر میں آمد پر انتہائی مسرت کا اظہار کرتے۔ حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کے خاندان مبارک کے اکثر احباب جب کبھی سندھ کے علاقہ میں اپنی زمینوں وغیرہ پر جاتے تو ان کی مہمان نوازی نہایت ہی مسرت و جذبہ سے کرتے۔

پیغام حق پہنچانے کے لئے ایک لازمی وصف تحمل مزاجی ہے۔ آپ اس صفت سے بھی کمال حد تک متصف تھے بحث میں کڑوی سے کڑوی بات کو بھی خندہ پیشانی سے برداشت کر لیتے تھے۔ اور خود کبھی بے جا جوش میں نہ آتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپکے حلقۂ یاراں میں غیر از جماعت و غیر مسلم احباب کی بھی کثیر تعداد تھی۔ جو سب کے سب آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے اس بے شمار خوبیوں کے مالک بھائی کو اپنے حضور اعلیٰ سے اعلیٰ درجات عطا فرمائے۔ اس کی قربانیوں کو اعلیٰ رنگ میں قبول فرمائے۔ اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

مرزا خلیل احمد قمر

وٹامن اے پر تازہ تحقیق

بیماریوں اور دباؤ پر قابو پانے کے لئے طبی تحقیقات جاری ہے اور طبی ماہرین انسانی صحت کو بہتر بنانے کے سلسلہ میں مختلف امور پر تحقیق کر رہے ہیں۔ تاکہ انسانی غذا کو متوازن بنا کر صحت کے معیار کو بہتر بنایا جائے مغربی ممالک میں طبی ماہرین نے متوازن غذا کی اہمیت کو واضح کیا اور متوازن غذا کے نتیجے میں اوسط عمر میں اضافہ ہوا ہے۔ مغربی ممالک میں ۷۰ سال اوسط عمر ہے جبکہ جاپان میں اوسط عمر ۷۰ سال سے بڑھ کر ۷۷ سال تک پہنچ گئی ہے۔ جبکہ پاکستان جیسے ترقی پذیر ممالک میں اوسط عمر ۳۳ سال ہے اور غریب ممالک میں یہ شرح اس سے بھی کم تر ہے غریب ممالک میں شرح اموات بہت زیادہ ہے تقریباً ۳۰ فیصدی بچے ایک سال سے بھی کم عمر میں فوت ہو جاتے ہیں جس کی وجہ متوازن غذا کا نہ ہونا اور ماؤں میں غذائیت کی کمی ہے۔ جس کی وجہ سے بچے متعدد قسم کی بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

انڈونیشیا میں وٹامن اے پر تحقیق جاری ہے طبی ماہرین نے یہ بتایا کہ وٹامن اے کی کمی اسہال قے اور دمے کی تکلیف کا سبب بن سکتی ہے۔ انہی ماہرین نے بتایا ہے کہ اگر بچوں کو وٹامن اے ملتا رہے تو ان کی شرح اموات میں ۳۰ فیصدی کمی آسکتی ہے۔ انڈونیشی طبی ماہرین کی اس تحقیق کے نتیجے میں کئی ترقی پذیر ممالک میں تحقیقی کام شروع ہو گیا ہے۔ ۱۹۹۰ء میں بھارت کے تحقیق دانوں نے ثابت کر دیا کہ وٹامن اے آنکھوں کی کئی بیماریوں کے خلاف حفاظت فراہم کرتا ہے۔ لیکن وہ یہ بتانے میں ناکام رہے ہیں کہ عام سطح پر متعدد بیماریوں سے بچانے میں وٹامن اے کتنا کارآمد ہے۔ بلکہ برطانوی طبی جریدے LANDSAP نے لکھا ہے کہ تیسری دنیا کے ملکوں میں بیماریوں کی وجوہات نہایت پیچیدہ ہیں اور عین ممکن ہے کہ قدرتی ماحول میں پائے جانے والے بعض عناصر ایسے ہیں۔ جن پر وٹامن اے سے بھی زیادہ توجہ دینی چاہیئے۔

آسٹن میں کوئینز لینڈ کی یونیورسٹی کے تحقیق دانوں نے واضح طور پر بتایا ہے کہ مختلف متعدی امراض میں مبتلا ہونے والے لوگوں پر وٹامن اے کتنا مفید ہے۔ ان ماہرین نے ۱۹۶۹ء سے لے کر ۱۹۹۲ء تک تمام تحقیقی مواد جو دنیا بھر میں بکھرا ہوا تھا اکٹھا کر دیا ہے۔ اور مکمل تجزیہ کے بعد ثابت کیا ہے کہ ترقی پذیر ملکوں میں وٹامن اے سے ایک تہائی اموات روکی جاسکتی ہیں۔

اس تجزیہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ وٹامن اے کے استعمال سے اسہال۔ قے یا دستوں کی تکلیف میں چالیس فیصد کمی آسکتی ہے اور سانس وغیرہ کی تکلیف میں ۷۰ فیصدی کمی ہو سکتی ہے۔ تازہ تحقیق کے مطابق وٹامن اے غذائیت کی شدید کمی کے کینسر اور ایسی بیماریوں میں بھی وٹامن اے کام آسکتا ہے جو موروثی طور پر بچوں میں منتقل ہوتی ہیں۔ ایڈز کے سلسلے میں بھی مریض کو وٹامن اے سے کافی آرام ملتا ہے۔ ماہرین کی تجویز یہ ہے کہ وٹامن اے ان لوگوں کو دیا جائے جو غذائیت کی کمی کا شکار ہیں یا ایسے علاقوں میں آباد ہیں جہاں آلودگی زیادہ ہے جن سے متعدد امراض کے پھیلنے کا خطرہ بھی ہے۔ اس لئے ان علاقوں میں لوگوں کو وٹامن اے خوراک کے ذریعہ دیا جاسکتا ہے یا گولیوں کی شکل میں بھی فراہم ہو سکتا ہے یا ایسی کھانے پینے کی چیزوں میں وٹامن اے کی اضافی مقدار کھانے میں دی جاسکتی ہے۔ جو امداد کے طور پر غریب ملکوں کے لوگوں میں تقسیم ہو سکے۔ اور

باقی صـ۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بقیہ: صـ۴

بالا طریق میں جسے ٹیم ٹیچنگ کہا گیا ہے شامل ہیں۔ اس طریق سے طلباء خود اپنے آپ کو ایسی باتوں کے لئے تیار کرتے ہیں جنہیں بڑے بڑے چیلنج کہا جا سکتا ہے۔ اور پھر وہ خود ہی اپنی کامیابی کا اندازہ بھی لگاتے ہیں۔ یہ اندازے ان سے مختلف ہوتے ہیں جو معروضی طور پر لگانے کا رواج ہے۔ آپ دیکھیں گے جناب والا کہ یہ زیادہ موثر ہے۔ بہ مقابلہ ہر روایتی طریق کے اور اس میں روایتی طریقوں میں لیکچر نوٹ یا ٹیم ٹیچنگ بھی شامل ہے۔ گیلیلیو نے کہا تھا آپ کسی شخص کو کچھ بھی پڑھا نہیں سکتے صرف اس کی مدد کر سکتے ہیں کہ وہ از خود اس بات کا انکشاف کرے۔ خلیل جبران نے کہا تھا کہ اگر استاد دانش مند ہو تو وہ آپ کو اپنے علم و خرد کے گھر میں نہیں لے جائے گا۔ بلکہ آپ کے ذہن کی دہلیز تک لائے گا۔

یہ حوالے اساتذہ کی اہمیت کو کم کرنے کے لئے نہیں ہیں۔ بلکہ اس بات کے برخلاف استاد کے کردار کو اس سارے معاملے میں زیادہ اہم بناتے ہیں اور اس کے سامنے چیلنج رکھتے ہیں اور یہ بات روایتی طریقوں کے خلاف ہے۔ ایسا کرنے سے ایک استاد کو اس بات کی ضرورت ہے کہ وہ ایسے آلے دریافت کرے اور ایسے حالات پیش کرے جن سے تدریس ممکن ہو اور وہ بہتر نتائج پیدا کرنے کی ذمہ داری کو قبول کرے۔

آخر میں میں لاہوری کے خیالات سے اتفاق کا اظہار کرتا ہوں جو یہ تجویز کرتے ہیں کہ ہمیں یونیورسٹیوں کی تعداد نہیں بڑھانی چاہیئے بلکہ ان یونیورسٹیوں میں سپیشلائزیشن کے لئے حالات پیدا کرنے چاہئیں۔ یونیورسٹیاں جو پہلے سے موجود ہیں ان کے معیار کو بلند کیا جائے اور ان میں تدریس کو زیادہ بہتر بنایا جائے۔

بقیہ: صـ۵

کیسے کیسے جلوے دیکھے ہوں گے برخاست کے وقت مجھے تعارف کی مسرت حاصل ہوئی۔ اور دوسرے دن شملہ گیندر روڈ کی مختصر مگر آراستہ کوٹھی میں ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ ملاقات کی ابتداء میں مجھ پر ان کی شخصیت کا رعب طاری تھا لیکن چند لمحوں بعد معلوم ہوا کہ انسان کی سب سے بڑی بڑائی یہ ہے کہ وہ چھوٹوں سے چھوٹا ہو کر ملتا ہے۔ اس ذکرِ شیریں کے بعد کسی اور ذکر پھیکا ہے۔ اس لئے یہ کہہ کر رخصت ہوتا ہوں کہ مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم میرے وہ گنج ہائے گرانمایہ کیا ہوئے۔

(دیشکریہ ہفت روزہ لاہور ۱۹ دسمبر ۱۹۹۲ء صفحہ ۱۰ تا ۱۲)

بقیہ: صـ۶

زندگی کو محفوظ کرنے کے لئے اس پر نمکول کی نسبت آدھے سے بھی کم خرچ آئے گا۔ جو بچوں کو اسہال کی بیماری میں دیا جاتا ہے۔

بقیہ: صـ۱

صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب نے کرائی۔ اگلے روز احاطہ دفتر انصار اللہ مرکزیہ میں دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا گیا۔ یہاں بھی صاحبزادہ صاحب موصوف نے ہی دعا کرائی۔

احباب کرام سے اس رشتہ کے ہر جہت سے بابرکت ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

سانحہ ارتحال

محترمہ فاطمہ بی بی صاحبہ زوجہ مکرم چوہدری نور احمد صاحب موصی گوٹھ مولوی عطاء اللہ صاحب ضلع نواب شاہ سندھ مورخہ ۱۴۔ اپریل ۱۹۹۳ء چند روز بیمار رہ کر وفات پا گئیں۔ آپ کی عمر تقریباً ۸۰ سال تھی۔ آپ حضرت چوہدری کوڑا صاحب آف چک نمبر ۱۰۸ ج۔ب تلونڈی ضلع فیصل آباد (رفیق حضرت بانی سلسلہ) کی بڑی بیٹی تھیں۔ اور حضرت مولوی عطاء اللہ صاحب آف پھمبیاں ضلع ہوشیارپور کی بہو تھیں۔ آپ کی تدفین مقامی قبرستان گوٹھ جمال پور میں ہوئی۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

اطلاعات و اعلانات

اعلان نکاح

مکرم شیخ فاروق احمد صاحب ابن شیخ طاہر احمد صاحب ظفر کا نکاح مورخہ ۹ اپریل ۹۳ء بیت الفضل فیصل آباد میں ہمراہ محترمہ عطیۃ المنان صاحبہ بنت مکرم شیخ خورشید احمد صاحب داؤد ٹریڈرز فیصل آباد بعوض مبلغ تیس ہزار روپے (۳۰،۰۰۰/-) حق مہر مکرم محمد اشرف ممتاز صاحب مربی سلسلہ عالیہ ضلع فیصل آباد نے پڑھایا۔ مکرم شیخ فاروق احمد صاحب محترم شیخ محمد احمد صاحب مظہر امیر جماعتہائے احمدیہ ضلع فیصل آباد کے پوتے اور حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب رفیق حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے نواسے ہیں۔

احباب جماعت ان رشتوں کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کریں۔

درخواست دعا

مکرم مرزا حفیظ احمد صاحب وکالت علیا تحریک جدید لکھتے ہیں، میرے خالو مکرم ماسٹر محمد بشیر صاحب دارالعلوم جنوبی ربوہ بیمار ہیں اور انمول ہسپتال لاہور میں داخل ہیں ان کی کامل شفایابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

تبدیلی نام

میں نے اپنا نام بشریٰ سلطانہ کی بجائے اب تبدیل کر کے بشریٰ سلام رکھ لیا ہے۔ لہٰذا مجھے اسی نام سے لکھا اور پکارا جائے۔

بشریٰ سلام اہلیہ عبدالسلام صاحب ۱۶/۴ دارالرحمت وسطی۔ ربوہ

اعلان دارالقضاء

(سید مقبول احمد صاحب بابت ترکہ حمیدہ مقبول صاحبہ)

مکرم سید مقبول احمد صاحب ساکن مکان نمبر ۴/۴ دارالرحمت غربی ربوہ نے درخواست دی ہے کہ ان کی اہلیہ محترمہ حمیدہ مقبول صاحبہ بقضائے الٰہی وفات پا گئی ہیں۔ لہٰذا ان کا پلاٹ مکان نمبر ۴/۴ دارالرحمت غربی ربوہ ان کے بیٹے سید حامد مقبول صاحب کے نام منتقل کیا جائے۔ ورثاء کی تفصیل یہ ہے:۔

۱۔ مکرم سید مقبول احمد صاحب خاوند
۲۔ ″ سید حامد مقبول صاحب بیٹا
۳۔ ″ سید ندیم مقبول صاحب (۔۔۔)
۴۔ ″ سید عامر مقبول صاحب (۔۔۔)
۵۔ مکرمہ سیدہ فرزانہ مقبول صاحبہ بیٹی
۶۔ ″ ″ رضوانہ مقبول صاحبہ ۔۔۔
۷۔ ″ ″ ریحانہ مقبول صاحبہ ۔۔۔

بذریعہ اخبار اعلان کیا جاتا ہے کہ اگر کسی وارث یا غیر وارث کو اس انتقال پر کوئی اعتراض ہو تو تیس ۳۰ یوم کے اندر دارالقضاء میں اطلاع دیں۔

(ناظم دارالقضاء ربوہ)

کالج کے پروفیسر، سکول کے اساتذہ اور وقفِ عارضی

سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الثالث) فرماتے ہیں:۔

”اسی طرح کالجوں کے پروفیسر اور لیکچرار، سکولوں کے اساتذہ، کالجوں کے سمجھدار طلباء بھی اپنی رخصتوں کے ایام اس منصوبہ کے ماتحت کام کرنے کے لئے پیش کریں۔ سکولوں کے بعض طلباء بھی اس قسم کے بعض کام کر سکتے ہیں۔ کیونکہ سکولوں کے بعض طلباء ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنی صحت اور عمر کے لحاظ سے اس قابل ہوتے ہیں کہ اس قسم کی ذمہ داریاں ادا کر سکیں۔ ان کو بھی اپنے نام اس تحریک کے سلسلہ میں پیش کر دینے چاہئیں بشرطیکہ وہ اپنا خرچ برداشت کر سکتے ہوں۔“

(از خطبہ مطبوعہ الفضل ۲۳ مارچ ۱۹۶۶ء صـ۲)

اعلان نکاح۔ ولادت۔ درخواست دعا اور سانحہ ارتحال وغیرہ کے جو اعلانات شائع کئے جاتے ہیں۔ ان کے آخر میں خواہ دعائیہ فقرات لکھنے سے رہ بھی جائیں۔ ان کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ قارئین الفضل انہیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

(ادارہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خبریں

ربوہ: ۲۹ اپریل۔ گرمی کی شدت اور لُو چلنے کا سلسلہ جاری ہے۔

○ پیپلز پارٹی نے صوبائی اسمبلیاں توڑنے کے لئے ڈیڈ لائن مقرر کر دی ہے۔ اگر آٹھ مئی تک چاروں صوبوں کی اسمبلیاں توڑنے کے فیصلے پر عمل نہ ہوا تو پیپلز پارٹی اس سلسلے میں عدالت سے رجوع کرے گی۔ کمال اظفر اور فخر الدین جی ابراہیم کو کیس تیار کرنے کی ہدایت کر دی گئی ہے۔ بے نظیر بھٹو کی زیر صدارت اجلاس میں ہونے والے فیصلوں میں کہا گیا ہے کیا صدر پنجاب اسمبلی میں قتل کے منتظر ہیں؟

○ شہباز شریف اور چوہدری نثار علی نے قاضی حسین احمد سے ملاقات کی اور ان سے تعاون کی اپیل کی۔

○ صدر نے کہا ہے کہ صوبائی اسمبلیاں قائم رہیں گی میں ملکی سلامتی کے خلاف کوئی اقدام نہیں کروں گا۔ آئندہ انتخابات ہر حال میں وقت مقررہ پر ہوں گے۔ کوئی ناگہانی صورتحال بھی پیش آئی تو اسے بھی پس پشت ڈال دیا جائیگا۔

○ امریکی سفیر جان مونجو سے ایک ملاقات کے دوران وزیر اعظم بلخ شیر مزاری نے یقین دہانی کروائی ہے کہ انتخابات وقت مقررہ پر ہوں گے۔ قومی اتفاق رائے پر مبنی آزادانہ پالیسیاں قائم رکھی جائیں گی۔ پاک امریکہ تعلقات کو مزید مضبوط بنایا جائے گا پاکستان پر امن ملک ہے اور بین الاقوامی سطح پر دہشت گردی کی مذمت کرتا ہے۔ این پی ٹی (ایٹمی طاقت کا پر امن استعمال) کے سمجھوتے پر یکطرفہ طور پر دستخط نہیں کریں گے۔

○ امیر اسلامی ممالک پر مشتمل ایک گروپ نے بوسنیا کے لئے ۵ کروڑ ۸۰ لاکھ ڈالر امداد دینے کا اعلان کیا ہے۔ پاکستان نے ۵۰ لاکھ ڈالر دیئے ہیں جبکہ سب سے زیادہ سعودی عرب نے دیئے ہیں جو کہ دو کروڑ ڈالر ہیں۔

○ پنجاب اسمبلی کے مستقبل کے بارے میں صدر اور گورنر پنجاب میں صلاح مشورے ہوئے۔ وسیم سجاد، صدر آزاد کشمیر، اور مولانا کوثر نیازی نے بھی صدر سے ملاقاتیں کیں۔

○ نواز شریف اور خان عبدالولی خان نے اعلان کیا ہے کہ آٹھویں ترمیم کے خاتمے کے لئے وہ مشترکہ طور پر مہم چلاتے رہیں گے۔

○ سینٹ میں نواز شریف کے مخالف گروپ کو اکثریت حاصل ہو گئی ہے۔

○ نگران حکومت قائم ہونے کے بعد کور کمانڈروں کے پہلے اجلاس میں ملکی صورتحال پر غور کیا جائے گا۔

○ سندھ اسمبلی توڑنے کے معاملے پر پگاڑا کی مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی کے درمیان شدید اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ پیپلز پارٹی کو پیشکش کی گئی ہے کہ وہ حکومت میں شامل ہو جائے۔

○ حکمت یار گروپ نے کابل کی جو ناکہ بندی کی ہے صدارتی ترجمان نے اسے غیر قانونی اور غیر اخلاقی کہا ہے اس کی وجہ سے عوام کی مشکلات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ صدر ربانی نے کہا کہ مجاہدین کو اپنے اختلافات مل بیٹھ کر طے کرنے چاہئیں۔

○ امریکہ کے سابق وزیر خارجہ جارج شلٹز نے مطالبہ کیا ہے کہ امریکہ فوری طور پر سربوں کے ٹھکانے پر گولہ باری شروع کر دے۔

○ بھارتی فوج نے سری نگر پولیس کنٹرول روم پر دھاوا بول دیا پولیس کو غیر مسلح کر کے کرفیو نافذ کر دیا گیا ہے۔

○ پنجاب اسمبلی میں حزب اختلاف کے قائد چوہدری پرویز الٰہی نے دعویٰ کیا ہے کہ پنجاب اسمبلی کے اراکین کی واپسی کا عمل شروع ہو گیا ہے۔ اکثریت میاں نواز شریف کے ساتھ ہے جلد یہ اکثریت کھل کر سامنے آجائے گی۔

○ لاہور ہائی کورٹ نے قومی اسمبلی توڑنے کے صدارتی حکم کو چیلنج کرنے والے ایک وکیل کو توہین عدالت کے الزام میں ڈیڑھ سال قید اور ۱۵ ہزار روپے جرمانہ کی سزا دی ہے۔ اس وکیل نے اپنے بیان اور دلائل میں تین بار عدالت کی توہین کی اور عدالت کے توجہ دلانے کے باوجود اپنی بات پر اصرار جاری رکھا۔

○ سابق وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے کہا ہے کہ جس روز عدالت نے اسمبلی بحال کی اسی روز ہم بابا کو بنوں پہنچا دیں گے۔ آٹھویں ترمیم کے تحت وزیر اعظم کے پلے کچھ نہیں پڑے گا۔ ایک شخص بھی اسمبلی توڑ سکتا ہے۔

○ محترمہ بے نظیر بھٹو نے کہا ہے کہ وہ پاکستان کو اعتدال پسند ممالک کی صف میں لانا چاہتی ہوں۔ نیوز ویک نے کہا ہے کہ بے نظیر وزیر اعظم کا منصب حاصل کرنے میں کوشاں ہیں

○ قومی اسمبلی کے انتخابات پر ۲۵ کروڑ روپے کا خرچ ہو گا۔

○ محترمہ بے نظیر بھٹو نے کہا ہے کہ میرا صدر سے لندن سے رابطہ قائم تھا اسمبلیاں ٹوٹنے کی کڑوی گولی صرف ملکی مفاد میں نگلی ہے۔ انہوں نے کہا کہ صدر سے تعاون صرف جمہوریت کی بقا اور تحفظ کے لئے کیا گیا۔

گھر بیٹھے دنیا کی نشریات سے لطف اندوز ہوں

ہر قسم ڈش اینٹینا خریدنے کیلئے

قیمت ۵۰۰/۱۳ ڈش ۱۲ بمع مکمل فٹنگ

نیو محمود ٹیلیویژن
۲۱۔ ہال روڈ۔ لاہور
فون نیا ۶۳۶۵۰۸، ۶۳۵۴۲۲
فون پرانا ۶۳۶۷۰۸، ۶۲۹۲۴

بے اولاد

مردوں کیلئے کورس
SPERMATOZOA COURSE RS200/-
عورتوں کیلئے کورس
بانجھ پن کورس STERILITY COURSE RS 100/-
اٹھرا کورس ATHRA COURSE RS/100
تفصیلی لٹریچر مفت

کیوریٹو میڈیسن (ڈاکٹر راجہ ہومیو) کمپنی
رجسٹرڈ۔ ربوہ
فون: ۶۰۶ - ۷۷۱

ہر سائز، ہر قسم فریج، ڈیپ فریزر، ٹی وی، واشنگ مشین بازار سے بارعایت خریدنے کے لئے

عثمان الیکٹرونکس

۱۔ لنک میکلوڈ روڈ۔ لاہور
پر تشریف لائیں
فون: ۲۳۱۶۸۱، ۲۳۱۶۸۰، ۲۲۳۲۰۴

خود مل کر تشخیص و مشورہ کے خواہشمندوں کی خاطر

حضرت حکیم نظام جان کے فرزند

حکیم عبدالحمید اعوان کا

ماہانہ پروگرام

○۔ ۵ تا ۷ تاریخ۔ مشہور دواخانہ نزد لیٹر بکس اقصیٰ چوک ربوہ۔ فون ۹۰۶
○۔ ۱۰ تا ۱۲ تاریخ۔ سیکٹر آئی ۱۰/۲ گلی نمبر ۳۲۔ اسلام آباد۔
○۔ ۱۵، ۱۶ تاریخ۔ مشہور دواخانہ چوک قلعہ کالر والہ۔
○۔ ۲۱ تا ۲۳ تاریخ۔ مشہور دواخانہ محمود آباد ۳ کراچی۔ فون PP-۵۴۸۱۶۹
○۔ ۲۵ تا ۲۷ تاریخ۔ مشہور دواخانہ نزد پرانی کوتوالی حضوری باغ روڈ۔ ملتان
فون: PP-۵۱۰۵۶۴

باقی دنوں میں
مشہور دواخانہ نزد پنڈی بائی پاس جی۔ ٹی روڈ گوجرانوالہ میں مشورہ ہو سکتا ہے۔ گوجرانوالہ فون ۲۱۸۵۳۴ / ۲۱۹۰۶۵

پتہ

جبوب مفید اٹھرا
۲۰۔ گرام ۱۶/-
۶۰۔ گرام ۴۸/-

اکسیر اولاد نرینہ
(کورس)
۱۵۰/- روپے

زدجام عشق
خاص
۴۸۰/- روپے

روشن کاجل
۵/- روپے

تریاق معدہ
۱۰/- روپے
۲۰/- روپے

NASIR ناصر

دوا تدبیر ہے اور دعا اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرتی ہے

ناصر دواخانہ ربوہ رجسٹرڈ
فون: ۶۳۴ فیکس: ۵۳۴-۲۵۲۴